علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۵

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

حضرت سیّد اَحمد شہید نور اللہ مرقدہٗ

حضرت سیّد اَحمد شہید نور اللہ مرقدہٗ کے اَحوالِ مبارکہ ،سیرت، تزکیۂ باطن ،سلوک، جہاد، فتوحات، اِجراءِ اَحکامِ شرعیہ پھر حالات کا اِنقلاب اَور شہادت۔ ہر موضوع پر بحمد اللہ لکھا جاتا رہا ہے اَور اِنشاء اللہ لکھا جاتا رہے گا کیونکہ اِن کے وارثین اَفکار اہلِ علم وتقوی ہیں جن کا مرکزِ عظیم دارُ العلوم دیوبند اَور اُس کی شاخیں ہیں جو ہندوستان، پاکستان، اَفغانستان، بنگلہ دیش اَور برما میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت سیّد صاحبؒ کے پروگرام کا اِجمالی خاکہ آجائے پھر آپ کی جدوجہد کے ثمرات مختصراً اَنداز میں پیش کر دیے جائیں۔

اَنگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کا جب یہ حال ہو گیا کہ دہلی سے کلکتہ تک اُن کی عملداری ہو گئی تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے اِن حالات میں ایک فتوی تحریر فرمایا جس میں اَنگریزوں کے تسلط کا ذکر ہے کہ رُؤساءِ نصاری کا حکم ،بلا دَغدغہ بے دھڑک جاری ہے۔ ملک داری، باج، مال گزاری، مقدمات کے فیصلے اَور جرائم کی سزاؤں میں یہ لوگ بطورِ خود حاکم اَور مختارِ مطلق ہیں۔

وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

''اَعیانِ دیگر مثلاً شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم اِیشاں دَریں بلاد داخل نمے توانند شد و اَزیں شہر تا کلکتہ عملِ نصاری ممتد اَست۔''

''دُوسرے خاص خاص ممتاز اَور نمایاں حضرات مثلاً شجاع الملک اَور ولایتی بیگم اِن کی اِجازت کے بغیر اِس علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتے، دہلی سے کلکتہ تک نصاری کی عملداری پھیلی ہوئی ہے۔''

اِسی عملداری میں تمام اَحکام اَنگریزوں ہی کے چلتے تھے اِس لیے حضرت شاہ صاحب نے نصاری کے زیر تسلط علاقہ کو دارُ الحرب قرار دیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاوی عزیزی فارسی جلداَوّل ص ۱۷ مطبوعہ مجتبائی و علماءِ ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۷۹ و ۸۰)

اُس وقت آپ کے خلیفۂ اَجل سیّد اَحمد شہید اَور آپ کے عزیز و اَقارب اَور حلقۂ تلامیذ نے جہاد ضروری قرار دیا۔ سیّد صاحبؒ نے ایک لشکر ترتیب دیا اَور ۷ر جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ھ/ ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء بروز دوشنبہ آپ نے وطنِ عزیز کو خیر باد کہہ کر آزاد قبائل کا راستہ لیا۔ آپ نے یہ مسافت تقریبًا دس ماہ میں طے کی آپ کا سفر سندھ کے راستہ ہوا، حیدر آباد میں سیّد صبغت اللہ ولایتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا اِستقبال کیا۔ ''پیران پگاڑو'' اِن ہی کی اَولاد میں ہیں جنہوں نے اُس تنظیم کی بنیاد ڈالی تھی جو ''حر'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آخر کار ۴۳۔۱۹۴۴ء میں اِس تنظیم کے اَمیر صبغت اللہ شاہ ثانی کو اَنگریزوں نے پھانسی دے دی اَور اِس تنظیم کو فوجی طاقت سے کچل ڈالا۔

سیّد صاحبؒ حیدر آباد سے درّۂ بولان کے راستہ کوئٹہ، قندھار، غزنی اَور کابل ہوتے ہوئے پشاور پہنچے، پشاور تین روز قیام فرما کر چارسدہ پہنچے یہاں پہنچتے ہی ہنگامی حالات شروع ہو گئے۔ نظم و نسق قائم رکھنے کے لیے ۱۰ر جنوری ۱۸۲۷ء (۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ) کو عارضی حکومت قائم کی گئی سیّد صاحب اُس حکومت کے سربراہ و اَمیر قرار دیے گئے۔ (شاندار ماضی ج ۲ ملخصًا ص ۱۸۸ تا ۱۹۰)

حضرت سیّد صاحب قدس سرہ العزیز کی اَمارت کس قسم کی تھی اِس کے بارے میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پُر مغز مقالہ میں وضاحت ملتی ہے۔ اِس مقالہ کو ہم نے ''تحریکِ شیخ الہندؒ'' نامی کتاب کا مقدمہ بنا دیا ہے۔ اَب حوالہ میں اِسی کے صفحات دَرج کیے جائیں گے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :

''یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ کر جب اَمیر شہید، اَمیر المومنین مانے گئے اَور ہند میں اِمام ولی اللہ کے اَتباع نے اِس اَمارت کو تسلیم کر لیا تو وہ حکومت کے مالک ہو گئے۔

حکومت کی مصلحت میں ہماری تحقیق ''حزب'' کی آمریت (پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ) تو مان سکتی ہے مگر کسی فرد کے ڈکٹیٹر بننے کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اِسے ہم ﴿شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اِس کی تشریح اَبو بکر رازیؒ کے ''اَحکام القرآن'' میں ملے گی۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے بعد اگر کسی کتاب نے ہماری سیاسی بصیرت بڑھائی ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔

ہم اِس حکومت کو ''حکومتِ مُؤَقَّتَۃ'' کہتے ہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ لاہور فتح کر کے یہ حکومت دہلی پہنچتی ہے تو مستقل حکومت کا فیصلہ اُس وقت ہوگا، یا تو شاہِ دہلی اِس اِنقلابی حکومت کے رئیس کو وزیرِ اَعظم مان لیتا اَور اُن کی پارٹی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بن جاتی، دُوسری صورت میں یعنی اَگر شاہِ دہلی اِس حکومت کو تسلیم نہ کرتا تو اِسے معزول کر کے اِس حکومت کا رئیس مُلک کا حاکم ہوتا اَور اِس کی پارٹی اَپنا قانون نافذ کرتی۔

کیا اِمام عبد العزیز کا خلیفہ دہلی کو بھول سکتا ہے جسے وہ حرمین اَور قدس اَور نجف کے بعد ساری دُنیا سے اَفضل مانتے ہیں۔

''مقاماتِ طریقت''، جس سے سوانح اَحمدیہ کا مصنف بھی نقل کرتا ہے ہم نے مکہ معظمہ میں دیکھی ہے اِس میں ایک واقعہ مذکور ہے :

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وکیل نے اَمیر شہید سے پوچھا کہ اَگر مہاراجہ اِسلام قبول کر لے تو آپ کی حکومت ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی ؟ اَمیر شہید نے جواب دیا کہ مہاراجہ بادشاہ ہوں گے اَور میں اَپنی بیٹی اُن سے بیاہ دُوں گا، محض دینی معاملات میں اُس وقت تک اُس کا نائب رہوں گا جب تک وہ شریعت کا حکم

چلانا سیکھ لیں۔ (اَوکما قال)

یہ وہ اَساس ہے جس پر ہم اَمیر شہید کی حکومت کو حکومتِ موقتہ کہنا جائز سمجھتے ہیں۔

''مقاماتِ طریقت'' میں مذکور ہے کہ اَمیر شہید کے اَصحاب میں ایک مجاہد عالم جو پہلے بھی حاکمِ لاہور سے مِل چکا تھا بالاکوٹ کے معرکہ میں گرفتار ہو کر لاہور آیا، حاکم نے اُس مجاہد سے پوچھا اَب خلیفہ کہاں ہے ؟ اُس عالم نے جواب دیا میں خلیفہ ہوں۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۷۔۱۸ مکتبہ محمودیہ لاہور)

کسی تحریک کی اِس سے زیادہ بڑی کیا کامیابی ہوگی کہ اُس کا ہر فرد اُس کے مقاصد کی تکمیل کا خود کو ذمہ دار سمجھنے لگے۔ یہ حضرت سیّد شہیدؒ کے اِخلاص پھر اُس کے جاری رہنے والی برکات کا بہت بڑا ثمرہ ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے لے کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما تک اِس طرح سلسلہ بیان فرماتے ہیں :

۱۔ (الف) : ایک اِنقلابی تحریک میں پہلا درجہ ہے۔''سوسائٹی میں اِنقلاب کے لیے عقلی نظام (فلسفہ) سوچنا۔'' اِس دَرجہ کو ہم اِمام ولی اللہؒ میں منحصر مانتے ہیں۔

(ب) اِس کے بعد دُوسرا دَرجہ اِس کے پرو پیگنڈے کا ہے۔ پرو پیگنڈے کی کامیابی پر پارٹی کا نظام بنتا ہے جو اَپنے ممبروں پر حکومت پیدا کرتا ہے (یعنی خلافتِ باطنہ) اِس دَرجہ کو ہم اِمام عبدالعزیز کا کمال مانتے ہیں۔

(ج) اِس کے بعد تیسرا دَرجہ دُوسری پارٹیوں سے مقابلہ کر کے اُن کے مقبوضات فتح کرنا ہے۔ اِس سے اِنقلابی حکومت (خلافتِ ظاہرہ) پیدا ہوتی ہے ہم اِمام ولی اللہ کی تحریک میں یہ دَرجہ اَمیر شہید اَور اُن کے رُفقاء میں محدود کر دیتے ہیں۔

۲۔ پارٹی کا نظام مستقل ہوتا ہے حکومت کبھی بنتی ہے کبھی ٹوٹتی ہے پارٹی کا وجود اُس وقت تک سالم مانا جاتا ہے جب تک اُس کی اَساسی مصلحت قائم کرنے والی

جماعت فنا نہیں ہوتی۔

(الف) اِس فرق کو واضح کرنے کے لیے ہم نے اِمام اَور اَمیر کی اِصطلاح اِستعمال کی ہے ہم اِمام عبدالعزیز کے بعد پارٹی کے نظام کا محافظ اِمام محمد اِسحاق کو مانتے ہیں اَور حکومت میں اَمیر المومنین السیّد اَحمد الشہید ہیں۔ اِس معاملہ میں اِمام محمد اِسحاق رحمہ اللہ اِن کے نائب ہیں۔

(ب) یورپ کی سیاسی پارٹیوں میں نظام کا محافظ ایک بورڈ ہوتا ہے اُسے ڈسپلن یا اِنضباط کا نام دیا جاتا ہے۔ اِس بورڈ کا حکم پارٹی کے سب ممبروں پر نافذ ہوتا ہے اَور حکومت چلانا وزراء کا کام ہے۔ اِسی اَنداز پر ہم نے حکومت کا خاتمہ بالاکوٹ میں ایک حد تک مان لیا ہے مگر ہم پارٹی کے نظام کو دہلی میں محفوظ مانتے ہیں۔

(ج) اِمام محمد اِسحاق رحمہ اللہ نے مکہ معظّمہ ہجرت کر لی بظاہر وہ اَپنے کام سے معطل ہوگئے مگر ایسا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر وہ مکہ معظّمہ میں ہندوستانی کام جاری نہ رکھتے تو کمپنی بہادر اُن کی جاگیر کیوں ضبط کرتی اَور بمبئی سے ایسے ہندوستانی کیوں بھیجے جاتے جو اِنہیں وہابی ثابت کر کے حجاز سے نکلوانا چاہتے تھے مگر قدرتی اِتفاقات سے وہ بچ گئے اُس زمانہ کا شیخ الحرم ایک ہندوستانی مہاجر کا بیٹا تھا اَور یہ خاندان شاہ عبدالعزیز کا شاگرد اَور مرید ہے۔ اِس لیے شیخ الحرم کے توسط سے ترکی حکومت نے اَپنے گھر میں ایک طرح نظر بند کر دیا وہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھتے تھے مگر کسی کو پڑھا نہیں سکتے تھے۔ اِس قسم کی زندگی ہم کابل میں گزار چکے ہیں اِس لیے ہم مکہ معظّمہ میں اُن کے ملنے والوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) اَلا میر اِمداد اُللہ جو دیوبندی جماعت کے اِمام ہیں اِمام محمد اِسحاق کے خواص اَصحاب میں سے تھے اِس سے پارٹی کے نظام کا تسلسل ہم مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تک ثابت کر سکتے ہیں۔ (مقدمہ تحریکِ شیخ الہند ص ۱۴ ، ۱۵)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ اِسی مضمون میں دُوسری جگہ لکھتے ہیں :

''مولانا اِسحاق رحمہ اللہ کو ہم اُن کے جد اَمجد کی تحریک کا ایسا اِمام مانتے ہیں جن کے متعلق اِلہامی پیشنگوئی اِس خاندان میں متوارث ہے یعنی ہم اِمام محمد اِسحاق کو اِس تحریک کی علمی اَور سیاسی مصلحت کا محافظ مانتے ہیں اَور حکومت کا ایک نائب اَمیر اِس لیے اَمیر کی شہادت کے بعد وہ ایک اَمیر بن جائے گا۔

ا۔(الف) اَلا میر اِمدادُ اللہ کا تعلق اِمام محمد اِسحاق سے اَوّلاً و آخراً ثابت ہے شروع میں اَمیر اِمدادُ اللہ مولانا محمد اِسحاقؒ کے مدرسہ میں طالب علمی کرتے رہے اُسی زمانہ میں مولانا محمد اِسحاق کے داماد اَور خلیفہ مولانا نصیرالدین سے کسبِ طریقہ کیا یہ وہی مولانا نصیرالدین ہیں جنہیں مجاہدین نے بالاکوٹ میں پہلا اَمیر بنایا تھا، اِن کی جگہ پر آگے چل کر مولانا ولایت علی کا خاندان آیا ہے۔

(ب) اِمام محمد اِسحاق جس سال وفات پاتے ہیں اُسی سال اَمیر اِمدادُ اللہ حج کے لیے گئے اِمام محمد اِسحاق نے اَپنے طریقہ کی خاص ہدایتیں دے کر اُنہیں ہند واپس بھیجا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اُنہیں یہ پیشنگوئی بھی سنائی کہ ایسا وقت آئے گا جب تم مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر کام کروگے۔

(ج) اَمیر اِمدادُ اللہ شیخ نور محمد جھن جھانوی کے خلیفہ ہیں اَور وہ شاہ عبدالرحیم اَفغانی کے، یہ دونوں حضرت اَمیر شہید کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم تو ''پنجتار'' میں شہید ہوئے۔

(د) اَلا میر اِمدادُ اللہ کے رُفقاء میں حکیم ضیاء الدین رامپوری [1] ہیں جو مولانا شہید کے خواص اَصحاب میں تھے اِن کا ذکر سوانح اَحمدیہ میں موجود ہے۔

---

[1] رامپور منہیاران ضلع سہارنپور کا ایک موضع ہے۔

۲۔ مولانا مملوک علی دہلی کالج کے مدرس تھے دیوبندی تحریک کے اَکثر اَساتذہ مولانا مملوک علی کے شاگرد ہیں جس سال مولانا محمد اِسحاق مکہ مکرمہ پہنچے اُسی سال وہ حج کو گئے مولانا محمد یعقوب نے سوانحِ مولانا محمد قاسم میں کسی خاص مقصد کو ملحوظ رکھ کر اِس کا اِجمالی ذکر کیا ہے۔

(الف) مولانا محمد اِسحاق اَور مولانا محمد یعقوب کی جاگیر سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اُس کا اِنتظام ایک جماعت کے ہاتھ میں رہا ہے اُس میں مولانا مملوک علی اَور مولانا مظفر حسین خاص حیثیت رکھتے تھے۔

(ب) مکہ معظّمہ سے واپس آکر اَلامیر اِمداد اللہ بھی اِسی سوسائٹی میں شامل ہو گئے۔

(ج) اِن لوگوں کے متبعین کو ہم اِمام محمد اِسحاق کی ''دہلوی پارٹی'' کہتے ہیں جس کے رہنما اَلامیر اِمداد اللہ تھے۔

سقوطِ دہلی کے بعد اِس دہلوی پارٹی کے اَفراد منتشر ہو گئے یہاں تک کہ اَلامیر اِمداد اللہ مکہ معظّمہ پہنچے اَور مولانا محمد قاسمؒ بھی نام بدل کر حج کے لیے نکلے، مولانا محمد یعقوبؒ کے مکتوبات میں اِس سفر کا پورا تذکرہ موجود ہے۔ اَمیر اِمداد اللہ نے مکہ معظّمہ میں فیصلہ کیا کہ اِمام عبدالعزیز کے مدرسہ کی طرح دہلی سے باہر مدرسہ بنایا جائے اَور اِمام محمد اِسحاق کے طریقہ پر نئی جماعت تیار کی جائے۔

اِس جماعت کے اِمتیازی اَوصاف میں ہم وحدۃ الوجود ، حنفی فقہ کا اِلتزام ، ترکی خلافت سے اِتصال ، یہ تین اُصول معین کر سکتے ہیں۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ملخصًا از ص ۲۰ تا ۲۲)

حضرت سیّد اَحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد قبائل کو اَپنا مرکز کیوں بنایا ؟

اِس سوال کا جواب بھی مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی اِسی تحریر میں ملتا ہے وہ لکھتے ہیں :

''اِمام ولی اللہ دعوی کرتے ہیں کہ ہند کے مسلمانوں سے اَپنی حکومت قائم کرنے کی طاقت اِس وقت اَفاغنہ کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ (خیر کثیر) ہم جانتے ہیں کہ اَفاغنہ بھی ہندوستان کے اَقوام میں سے ایک قوم ہے جس میں اِیرانی، ترکی، اِسرائیلی، عربی قبائل مخلوط ہو چکے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ اِسی غرض سے اِمام عبدالعزیز اَپنی اِنقلابی پارٹی کو اَفغانوں سے ملانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اِمام عبدالعزیز کے آخری کاموں کا مرکز اَلامیر اَلشہید اَور مولانا عبدالحی اَور مولانا محمد اِسماعیل کا اِجتماع تھا۔ اُن کے لیے اَفغانستان کی ہجرت کا فیصلہ اِمام عبدالعزیز نے کیا تھا اگرچہ عمل اُن کی وفات کے بعد شروع ہوا۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۱)

دارُالعلوم دیوبند کے قیام سے بھی پہلے سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اَور اَکابر دارُالعلوم کا اَفغانی حضرات سے تعلق بیان کرتے ہوئے مولانا سندھی لکھتے ہیں :

''ہمیں معلوم ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو رسول اللہ ﷺ سے رُوحانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ اَفغانوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

مدرسہ دیوبند اَور اُس کے متخرجین میں مولانا شیخ الہندؒ کا مقام مخفی نہیں وہ تخمیناً چالیس برس مدرسہ چلاتے رہے ہیں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ دیوبند نے جس قدر طالب علم یو۔ پی میں پیدا کیے اُس کے بعد اُس نے اَپنے طالب علم سب سے زیادہ اَفغانستان اَور اُس کے دونوں طرف یاغستان اَور ترکستان میں پھیلائے ہیں۔

مولانا شیخ الہندؒ کی خاص تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم کابل میں سات سال حکومت کا اِعتماد حاصل کر کے رہ سکے۔ ہمارا خیال ہے کہ ''جمعیۃ الانصار'' اَور ''نظارۃ المعارف'' میں اَگر کام نہ کر چکے ہوتے تو ہمارا کابل جانا محض بے کار رہتا۔ عجب معاملہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے ہمیں بغیر پروگرام کے کابل جانا پڑتا ہے پھر حکومت

اَفغانی کے توسط سے ہمیں ہدایات مل جاتی ہیں۔ہم باہر جا کر سمجھ سکے ہیں کہ اِمام عبدالعزیز سے مولانا شیخ الہند تک ہمارے تمام اَکابر ایک سلسلہ میں کام کرتے رہے ہیں۔(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۱ ، ۱۲)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ ۱۲۹۲ھ میں دارُالعلوم دیوبند کے لیے دیوبند تشریف لائے اَور ۱۲۹۶ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔آپ کے بعد اِن اُمور کی ذمہ داری حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ للہ علیہ پر آئی۔اُس وقت حضرت حاجی اِمدادُ اللہ صاحبؒ مکہ مکرمہ میں اَور حضرت مولانا رشید اَحمد صاحبؒ گنگوہ میں تشریف فرما تھے حضرت حاجی صاحب کا وصال ۱۳۲۱ھ میں اَور حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ۱۳۲۳ھ میں ہوا۔

۱۸۵۷ء میں جہادِ شاملی کے بعد تحریکِ جہاد مخفی کر دی گئی تھی ، کام کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

والد ماجد حضرت مولانا السیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اَپنی کتاب '' اَسیرانِ مالٹا'' میں تحریر فرمایا ہے :

''ظاہر شاہ کے خاندان کے بزرگ یوسف خاں اَور آصف خاں کو اَمیرِ کابل عبدالرحمٰن خاں نے جلاوطن کر دیا تھا اَور برطانیہ سے اَپنے تعلق کی بناء پر اِن کو برطانوی ہند میں نظر بند کرادیا تھا۔وائسرائے ہند نے اِن کے قیام کے لیے دہرہ دون تجویز کیا۔یہ سالہا سال دہرہ دون میں رہے۔دہرہ دون دیوبند سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وطن شریف گنگوہ سے بھی تقریباً اِتنا ہی فاصلہ ہے یہ دونوں حضرات حضرت گنگوہی اَور حضرت مولانا محمد قاسم رحمہم اللہ کے اِرادتمند تھے۔حضرت گنگوہیؒ یہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارُالعلوم دیوبند جب کابل تشریف لے گئے تو اِس خاندان کے حضرات نے وہی اِحترام کیا جو پیرزادوں کا کیا جاتا ہے اَور یہ

بھی فرمایا کہ یوسف خاں اَور آصف خاں جب ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اگر حکومت آپ کے خاندان میں منتقل ہو تو پوری طرح عدل و اِنصاف سے کام لینا۔ اُس وقت اِنتقالِ حکومت کا خیال بھی نہیں تھا مگر واقعہ یہی ہوا۔ نیز سردار ہاشم خاں نے فرمایا کہ اُن کے یہاں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کلاہ مبارک محفوظ تھی جب کوئی شدید بیمار ہوتا تو اُن کی والدہ مریض کو ٹوپی پہنا دیا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ شفا بخش دیتا تھا۔

(ملخصًا از اَسیرانِ مالٹا ص۱۱ ، ۱۲)

دارُ العلوم دیو بند سے سب سے پہلے سال فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی تعداد سات تھی اُن میں اَکثریت اُن طلبہ کی تھی جو پنجاب اَور اَفغانستان کے رہنے والے تھے۔

(۱) نور محمد جلال آبادی (کابل) (۲) عبداللہ جلال آبادی (کابل) (۳) بدرالدین عظیم آبادی (۴) قادر بخش عظیم آبادی (۵) عبدالکریم پنجابی (۶) نبی اَحمد پنجابی (۷) حافظ عبدالرحیم بنارسی۔ (رُوداد ۱۲۸۳ ہجری ، اَسیرانِ مالٹا ص۱۰)

اِسی کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

''سلاطین اِسلام کے زمانہ میں کابل ہندوستان کا جزو رہا ہے اَنگریزوں نے بھی اِس کا اِرادہ کیا مگر ناکام رہے حضرت سیّد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی جدو جہد نے ہندوستانی اَور سرحدی مجاہدین میں ایک رابطہ قائم کر دیا جو اَنبالہ اَور پٹنہ کے حضرات کے زمانہ ۱۸۶۴ء تک اِستحکام کے ساتھ باقی رہا۔ اِن حضرات کے بعد اِمداد رسانی کا وہ تعلق ختم ہو گیا مگر مجاہدین کا رابطہ ختم نہیں ہوا، ہندوستانی مجاہدین سرحدی علاقوں میں باقی رہے دارُ العلوم دیو بند نے اِس رابطہ کو اُستادی اَور شاگردی کی شکل میں تبدیل کر دیا۔'' (اَسیرانِ مالٹا ص۲۴ ملخصًا)

تحریکِ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت مولانا السیّد حسین اَحمد المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ

''اِس طرح کے اِنقلاب کے لیے محفوظ مرکز اَور مرکز کے علاوہ اَسلحہ اَور سپاہی (مجاہدین) وغیرہ ضروری ہیں۔ بنا بریں مرکز یاغستان (آزاد قبائل) قرار دیا گیا کہ وہاں اَسلحہ اَور جانباز سپاہیوں کا اِنتظام ہونا چاہیے اِس کے علاوہ چونکہ آزاد قبائل کے نوجوان ہمیشہ جہاد کرتے رہتے ہیں اَور قوی ہیکل اَور جانباز ہوتے ہیں اِس لیے اُن کو متفق اَور متحد کرنا اَور اُن میں جہاد کی رُوح پھونکنا بھی ضروری تصور کیا گیا اَور اِن ہی سے کامیابی کی اُمید قائم کی گئی۔ اِس بنا پر ضروری سمجھا گیا کہ مندرجہ ذیل اُمور عمل میں لائے جائیں :

(الف) اِن علاقوں کے باشندوں سے آپس کے نزاعاتِ قدیمہ اَور قبائلی دُشمنیوں کو مٹایا جائے۔

(ب) اُن میں اِتحاد و ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

(ج) اُن میں جوشِ جہاد اَور آزادی کی تڑپ پیدا کی جائے۔

(د) حضرت سیّد اَحمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لوگ (جماعت مجاہدینِ سرحد) جو کہ ستھانہ اَور چمرقند میں مقیم ہیں اَور اُن میں اَور قبائل میں تنفر اَور شکر رنجیاں عرصہ سے چلی آتی ہیں اُن کو دُور کرنا چاہیے چنانچہ اِس کے لیے مولانا سیف الرحمٰن صاحب کو دہلی سے، مولانا فضل ربی اَور مولانا فضل محمود صاحب کو پشاور سے بھیجا اَور مولانا محمد اَکبر صاحب وغیرہ کو آمادہ کیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اِس علاقہ میں بہت سے شاگرد اَور مخلص موجود تھے اِن سبھوں نے گاؤں گاؤں اَور قبیلہ قبیلہ میں پھر کر زمین ہموار کی اَور ایک عرصہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بڑے درجہ تک کامیابی نظر آنے لگی۔ اِن ہی مقاصد کے لیے

بار بار حاجی ترنگ زئی صاحب سے اِستدعاء کی گئی کہ وہ اَپنے وطن کو چھوڑ دیں اَور اَنگریزی حدود سے باہر جا کر اِن مقاصد کے لیے کوشش کریں۔ اُن کو مختلف مجبوریاں دَرپیش تھیں اُن کو حل کرنے کے خیال سے وہ تاخیر فرما رہے تھے کہ جنگِ عمومی چھڑ گئی اَور تُرک بھی مجبور کر دیے گئے کہ جنگ کا اِعلان کر دیں اُن کے دو جنگی جہاز جو اُنہوں نے اِنگلستان میں بنوائے تھے اَور اُن پر کروڑوں اَشرفیاں خرچ ہوئی تھیں اَنگریزوں نے ضبط کر لیے اَور اِسی قسم کے دُوسرے غیر منصفانہ معاملات اُن سے پیش آئے جو کہ اُن کو جنگ میں گھسیٹنے والے تھے۔

یہ اُن معاملات کے علاوہ تھے جو کہ طرابلس، غرب اَور بلقان، کریٹ، یونان وغیرہ میں قریبی زمانہ میں پیش آئے تھے۔ بہرحال ترکی حکومت نے مجبور ہو کر اعلانِ جنگ کر دیا تو اِس پر تقریبًا آٹھ یا نو محاذوں سے حملہ کیا گیا۔ اَنگریزوں نے عراق (بصرہ) پر، عدن پر، سویز پر، چناق قلعہ پر۔ اِسی طرح رُوس نے متعدد تین چار محاذوں پر۔ اِس یورش کی وجہ سے مسلمانوں میں جس قدر بھی بے چینی ہوتی کم تھی چنانچہ اَحوالِ موجودہ سے حضرت شیخ الہندؒ نے حاجی ترنگ زئی صاحب کو مطلع کیا اَور ضروری قرار دیا کہ وہ یاغستان چلے جائیں اَور ضروری کارروائی عمل میں لائیں، اِسی طرح مرکز یاغستان اَور اُس کے کارکنوں کو لکھا چنانچہ جب حاجی صاحب پہنچے مجاہدین کا جمگھٹا شمار سے زیادہ ہو گیا۔

مجاہدینِ چمرقند (حضرت سیّد اَحمد صاحب شہید) کی جماعت بھی مل گئی بالاخر کچھ عرصہ بعد جنگ چھڑ گئی اَور بفضلہٖ تعالیٰ مجاہدین کو غیر متوقع کامیابی ہونے لگی اَور اَنگریزوں کو جانی اَور مالی بے حد نقصان اُٹھا کر اَپنی سرحد پر لوٹ آنا پڑا اَور اَپنے اِستحکاماتِ قدیمہ میں پناہ لینا ناگزیر ہو گیا۔ (تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۱۶ تا ۱۱۸)

تاریخ دارُ العلوم میں تحریر ہے :

''ہندوستان کی جنگِ آزادی کی تاریخ میں حاجی ترنگ زئی صوبہ سرحد کی ایک زبردست اَور مشہور شخصیت تھے۔ ضلع پشاور کے ایک گاؤں ترنگ زئی کے رہنے والے تھے، اَصل نام فضلِ واحد تھا مگر نام کے بجائے وطن کی نسبت سے حاجی ترنگ زئی کے نام سے اِن کی شہرت تھی، نہایت متقی پرہیزگار صاحب علم وعمل اَور شیخ طریقت تھے۔ مولانا شاہ نجم الدین معروف بحضرت سوات صاحب کے خلیفہ وجانشین تھے جذباتِ حریت سے سرشار اَور آزادی کے بڑے دِلدادہ تھے۔ پشاور اَور یاغستان کے علاقہ میں اِن کے ہزاروں مرید تھے، غیر معمولی شہرت کے ساتھ عوام میں بے حد مقبول تھے۔

۱۹۱۴ء میں حاجی ترنگ زئی حضرت شیخ الہندؒ کے اِیماء سے اَپنے وطن پشاور سے ہجرت کر کے یاغستان چلے گئے تھے برطانوی فوجوں سے اِنہیں کئی مرتبہ لڑنے کی نوبت آئی اَور اَنگریزی فوجوں کو اِن کے مقابلہ میں کئی مرتبہ سخت نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا تھا۔ مشہور ہے کہ اَنگریزوں سے جنگ میں اِن کے مجاہدین کی فائرنگ کا کوئی نشانہ خطا نہ ہوتا تھا۔

حجاز کے دورانِ قیام میں حضرت شیخ الہندؒ وہاں سے براہِ اِیران اِن ہی حاجی ترنگزئی کے پاس یاغستان جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ شریف حسین نے جو ترکوں کے خلاف اَنگریزوں کا حلیف بن گیا تھا اِنہیں گرفتار کر کے برطانوی حکام کے حوالے کر دیا تھا۔

حاجی ترنگزئی جب تک زندہ رہے برابر اَنگریزوں سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ پیغامِ اَجل نے اِنہیں واصلِ بحق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اَپنی رحمتوں سے نوازے۔ عجیب مردِ مومن تھا جو دمِ آخر تک اَنگریزوں سے نبرد آزما رہا۔''

(تاریخ دارُالعلوم دیوبند ناشر اِدارہ اہتمام دارُالعلوم دیوبند ص ۶۹۔۷۰ ج ۲)

اِس تحریر میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا اسمِ گرامی آیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن کا تعارف بھی کرادیا جائے۔ تاریخ دارُ العلوم میں تحریر ہے :

''اِن کے آباؤ اَجداد قندھار سے آکر پشاور کے مضافات میں آباد ہو گئے تھے وہیں اِبتدائی تعلیم حاصل کی مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے علوم ریاضی کی تکمیل کی، حدیث کی تکمیل مولانا رشید اَحمد گنگوہیؒ کی خدمت میں رہ کر کی، مدت تک ٹونک میں تعلیم و تدریس کی خدمت اَنجام دی پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس ہوگئے حضرت شیخ الہندؒ سے وابستہ اَور اُن کی تحریک کے سرگرم رُکن تھے، بڑے عالی ہمت، ذہین وذکی اَور مجاہد عالم تھے ہندوستان میں اِن کے بہت سے شاگرد تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے اِرشاد فرمانے پر ہجرت کر کے یاغستان کے آزاد علاقہ میں چلے گئے وہاں کے لوگوں کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کے لیے تیار کرتے رہے، مقرر بہت اچھے تھے اِن کے وعظ و تقریر سے یاغستان کے لوگوں میں غیر معمولی جوش وخروش پیدا ہو گیا تھا ''جنودِ ربانیہ'' کی فہرست میں اِن کا عہدہ میجر جنرل کا تھا۔

پہلی جنگِ عظیم کے آغاز میں جب ۱۹۱۴ء میں حاجی ترنگزئی نے اَنگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا تو مولانا سیف الرحمٰن نے اُس میں شریک ہو کر نمایاں کام کیے۔ جنگ کی اِس کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اَفغانستان چلے گئے۔

برطانوی حکومت سے اِنہیں جو نفرت تھی اُس کا اَندازہ اِس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ہٹلر نے جب فرانس پر حملہ کیا اَور یورپ میں باہم جنگ چھڑ گئی تو حملہ کی خبر سنتے ہی جوش میں آکر سجدہ میں گر گئے اَور یوں گویا ہوئے :

''خدایا ! تیرا شکر ہے کہ بھیڑیوں میں باہم جنگ شروع ہو گئی جس سے مظلوم قوموں کے بچ جانے کی اُمید ہو گئی ہے اَور مجھے اَب اَپنے مرنے کا غم نہیں ہے۔''

اَمیر اَمان اللہ کے عہدِ حکومت میں اَفغانستان میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے پاکستان بننے کے بعد وہ پشاور واپس آگئے۔ ٧ر جمادی الاوّل ١٣٦٩ھ کو اَپنے آبائی وطن میں وفات پائی۔ (تاریخ دارُالعلوم ص ٧٠۔١٧ ج ٢)

مولانا فضل ربی صاحب کے بارے میں تحریک شیخ الہندؒ میں تحریر ہے :

''فضل ربی حال ہی میں دیوبند کے مدرسہ کا متعلم تھا جہاں وہ مولانا محمود حسن کا پکا مرید بن گیا تھا مولانا کے مکان پر خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا محمود الحسن نے اِسے مولوی سیف الرحمٰن، فضل محمود وغیرہ کے ہمراہ جہاد کی تبلیغ کے لیے آزاد علاقہ کو بھیجا تھا ١٩١٥ء کی بہت سی لڑائیوں کے لیے ذمہ دار ہے جون ١٩١٦ء میں فضل ربی، فضل محمود اَور عبدالعزیز کے ہمراہ حاجی ترنگ زئی کی طرف سے خفیہ مشن پر سردار نصر اللہ سے ملاقات کرنے کابل گیا تھا۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔''

(اَز تحریکِ شیخ الہندؒ ص ٤٤/٤٢١)

عرض یہی کرنا تھا کہ حضرت سیّد اَحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اَنگریزوں کے واپس جانے اَور پاکستان بننے تک وہ جگہ مجاہدین کا مرکز رہی جہاں سیّد اَحمد شہیدؒ نے جہاد کا آغاز فرمایا تھا۔ اَفغانستان اَور آزاد قبائل کا تعلق دہلی اَور دیوبند سے اُس وقت سے آخر تک قائم رہا۔ لاہور میں حضرت مولانا اَحمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اُن مجاہدین کی اِمداد فرماتے رہے جو یاغستان وغیر میں تھے۔ (مولانا اَحمد علی صاحب خود بھی جنودِ رَبانیہ میں کرنل تھے۔ تحریک شیخ الہندؒ ١٤/٣٩١)

''شہید فی سبیل اللہ'' کی حیاتِ جاودانی کا دُنیا پر ایک پرتو یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کے نظریہ کو دوام و اِستحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ آج سرحد میں اُسی جگہ سب سے بڑا مدرسہ ہے جس کے قریب بقول اہل شہد و اِنہیں شہد میں زہر دیا گیا تھا وہ بظاہر شہید ہو گئے مقصد پورا نہ ہو سکا مگر بباطن اَور نتائج کے اِعتبار سے وہ اُتنے ہی کامیاب ہیں جس طرح زندگی میں ہوتے۔ سرحد بلکہ ہندوستان پاکستان وغیرہ میں اُن کا نظریۂ جہاد قائم ہے اَور آج اَفغانستان میں موجودہ جہاد میں حصہ لینے والے علماءِ سرحد کے

شاگرد ہیں، جہاں جہاں اُنہوں نے اِسلامی نظریاتی حکومت کے قیام کی کوشش کی تھی وہاں آج چپہ چپہ پراُن کے ماننے والے موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیّد صاحب ؒ کواُن کے رُفقاءِ کار و متوسلین کواَور اُن کے اَتباع کواَپنی رضا وقرب کے اَعلیٰ دَرجات سے نوازے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۴؍مئی ۱۹۸۰ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک نمبر۳ راوی روڈ لاہور

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظر ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باھتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹؍کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)